Open Access
Al-Marjān Research Journal
ISSN(E): 3006-0370
ISSN(P): 3006-0362
al-marjan.com.pk

A Research Study on the Political and Missionary Role of the Companions of the Prophets Related to Christianity

مسیحیت سے متعلقہ اصحاب انبیاءؑ کے سیاسی و دعوتی کردار کا تحقیقی جائزہ

Authors Details

1. **Muhammad Tayyab Anwar Goraya** (Corresponding Author)
   PhD Scholar, Department of Islamic Studies, The University of Lahore, Lahore, Pakistan.
   Email: **tayyabanwar2015@gmail.com**
2. **Dr. Sayed Alam Jamal**
   Assistant Professor, Department of Islamic Studies, The University of Lahore, Lahore, Pakistan.

Citation

Goraya, Muhammad Tayyab Anwar & Dr. Sayed Alam Jamal." A Research Study on the Political and Missionary Role of the Companions of the Prophets Related to Christianity." *Al-Marjān Research Journal*, 3,no.2, April-June (2025): 850−865.

Submission Timeline

Received: April 04, 2025
Revised: April 17, 2025
Accepted: May 08, 2025
Published Online: May 27, 2025

Publication, Copyright & Licensing

Article QR

Al-Marjān Research Center, Lahore, Pakistan.
All Rights Reserved © 2023.
This article is open access and is distributed under the terms of Creative Commons Attribution 4.0 International License

A Research Study on the Political and Missionary Role of the Companions of the Prophets Related to Christianity

مسیحیت سے متعلقہ اصحاب انبیاءؑ کے سیاسی و دعوتی کردار کا تحقیقی جائزہ

☆ محمد طیب انور گورایہ　　☆ ڈاکٹر سید عالم جمال

Abstract

This paper examines the multifaceted roles of Jesus' twelve disciples, focusing on their mission to propagate faith and their transformative influence on the social and political fabric of their era. Each disciple contributed uniquely to early Christianity. Peter's bold leadership laid the foundation for the early Church, while Andrew's personal outreach fostered inclusivity. James and John's zeal reflected a desire for broader societal change, and Philip and Nathanael's introspective approaches challenged prevailing norms, promoting inclusivity. Matthew's transition from a tax collector within Roman systems to a disciple advocating reform highlighted a shift against oppressive structures. Thomas's blend of faith and inquiry extended Christianity's reach beyond Judea, laying the groundwork for its global spread. Lesser-known disciples like James (son of Alphaeus), Thaddaeus, and Simon the Zealot embodied the resilience of ordinary individuals, often resisting oppression quietly. Even Judas's betrayal underscores the tension between spiritual ideals and political ambitions. Operating under Roman and Jewish authorities, the disciples were not merely preachers but agents of change, intertwining faith with social and political activism. Their martyrdoms symbolized resistance to systemic injustice, reinforcing Christianity's dual role as a spiritual and transformative force. By analyzing their individual contributions, this study argues that the disciples initiated a movement that reshaped both spiritual beliefs and societal structures, influencing communities far beyond their time. Their legacy highlights the interplay of faith, social reform, and political resistance, offering insights into the enduring impact of early Christian communities on global religious and cultural landscapes.

Keywords: Apostles, Early Christianity, Evangelism, Social Change, Political Impact, Discipleship

تعارف موضوع

مسیحیت کی ابتدائی تاریخ میں حضرت عیسیٰؑ کے بارہ حواریوں کا کردار بنیادی اور ہمہ جہتی تھا۔ یہ منتخب شخصیات ان کے قریبی شاگرد تھے، جنہیں ایمانی پیغام کو دنیا تک پہنچانے کی ذمہ داری سونپی گئی۔ ان کا کردار دو اہم پہلوؤں پر مشتمل تھا: دعوتی اور سیاسی۔ دعوتی کردار میں، حواریوں نے انجیل کی تبلیغ کی، لوگوں کو ایمان کی دعوت دی، اور کلیسیا کے قیام میں کلیدی کردار ادا کیا۔ مثال کے طور پر، بائبل میں درج ہے: "پس تم جا کر سب قوموں کو شاگرد بناؤ، اور ان کو باپ اور بیٹے اور روح القدس کے نام سے بپتسمہ دو" (متی 28:19)۔ یہ بیان ان کے دعوتی مشن کی اہمیت کو ظاہر کرتا ہے۔ سیاسی کردار اس وقت نمایاں ہوا جب انہوں نے رومی اور یہودی قیادت کے جبر کا مقابلہ کیا۔ وہ مسلح تحریک کا حصہ نہیں بنے، مگر ان کی شہادت ظلم کے خلاف مزاحمت کی علامت تھی۔ یہ تحقیق ان دوہرے کرداروں کا جائزہ لیتی ہے، جس سے واضح ہوتا ہے کہ حواریوں نے نہ صرف مذہبی تعلیمات پھیلائیں بلکہ سماجی و سیاسی تبدیلی کے لیے بھی کام کیا، جو مسیحیت کے عالمی پھیلاؤ کی بنیاد بنا۔

☆ پی۔ایچ۔ڈی اسکالر، شعبہ علومِ اسلامیہ، یونیورسٹی آف لاہور، لاہور، پاکستان۔

☆ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علومِ اسلامیہ، یونیورسٹی آف لاہور، لاہور، پاکستان۔

1۔ شمعون(پطرس)کا دعوتی وسیاسی کردار

شمعون پطرس(Simon Peter)[1] مسیحی روایات میں حضرت عیسیٰؑ کے سب سے قریبی اور ممتاز شاگردوں میں شمار ہوتے ہیں۔ انجیل میں انہیں "چٹان"(یونانی: پطرس، ارامی: کیفا) کہا گیا، جو ان کے مضبوط ایمان اور قیادت کی علامت ہے۔ حضرت عیسیٰؑ نے انہیں اپنی "کلیسیا"(چرچ) کی بنیاد قرار دیا، اور روحانی و جماعتی قیادت کی ذمہ داریاں سونپیں۔ ان کا کردار نہ صرف دینی تبلیغ تک محدود رہا بلکہ انہوں نے سیاسی فضا میں بھی دعوتِ حق کا علَم بلند رکھا۔

*** دعوتی کردار:**

شمعون پطرس کا دعوتی کردار کئی نمایاں پہلوؤں پر مشتمل ہے۔

حضرت عیسیٰؑ پر کامل ایمان: شمعون نے یسوع سے کہا:

"اے خداوند! ہم کس کے پاس جائیں؟ ہمیشہ کی زندگی کی باتیں تو تیرے ہی پاس ہیں۔"[2]

یہ الفاظ اس بات کی علامت ہیں کہ شمعون پطرس کو مکمل یقین تھا کہ نجات صرف حضرت عیسیٰؑ کے پیغام میں ہے۔ وہ اپنے ایمان پر ثابت قدم رہے اور دوسروں کو بھی اس راہ پر بلاتے رہے۔[3]

یسوع کی طرف سے قیادت کی ذمہ داری:

یسوعؑ نے شمعون سے فرمایا:

"تُو میری بھیڑوں کی گلہ بانی کر"(یوحنا21:17)

یہ بیان شمعون کو ایک دعوتی قائد اور روحانی رہنما کی حیثیت دیتا ہے۔ وہ ابتدائی کلیسیا(چرچ) کے بانیوں میں سے تھے اور عیسائیت کے پھیلاؤ میں مرکزی کردار ادا کیا۔

یافا میں معجزہ اور ایمان کی ترویج: تبیتا کو زندہ کرنے کا واقعہ(اعمال9:36–42) شمعون کے دعوتی اثر ورسوخ کی اعلیٰ مثال ہے۔ اس معجزے کے بعد:

"یہ بات پورے یافا میں پھیل گئی اور کافی لوگ خداوند پر ایمان لے آئے۔"[4]

یہ واقعہ بتاتا ہے کہ وہ نہ صرف الفاظ سے دعوت دیتے تھے بلکہ عملی مظاہر(معجزات، کرامات) کے ذریعے بھی لوگوں کو دین کی طرف مائل کرتے تھے۔

*** سیاسی کردار:**

شمعون پطرس کا سیاسی کردار براہِ راست حکومت چلانے یا سیاسی تنظیم میں شامل ہونے سے متعلق نہیں، لیکن وہ ایک مزاحمتی اور اصلاحی تحریک کے قائد کے طور پر ابھرے، جس کا سامنا رومی حکومت اور یہودی مذہبی اشرافیہ سے تھا۔

---

[1] Benedict XVI, *The Apostles: The Origin of the Church and Their Co-Workers* (Huntington, IN: Our Sunday Visitor, 2007), p. 34

[2] Yūḥannā 6:68

[3] Charles John Ellicott, ed., *Ellicott's Commentary for English Readers* (London: Cassell and Company, 1878), John 6:68.

[4] Ben Witherington III, *The Acts of the Apostles: A Socio-Rhetorical Commentary* (Grand Rapids, MI: Eerdmans, 1998), 215.

قیادت و مرکزیت: شمعون پطرس کو کلیسیا کی بنیاد قرار دیا گیا:

"تو پطرس ہے، اور میں اس چٹان پر اپنی کلیسیا بناؤں گا۔" (متی 16:18)

یہ اقتباس ان کے مرکزی کردار کو ظاہر کرتا ہے جو ایک سماجی و سیاسی تحریک کی صورت اختیار کر رہا تھا، کیونکہ رومی سلطنت میں نئی دینی تحریکیں براہِ راست ریاستی نظام سے ٹکرا جاتی تھیں۔

عوامی اثر و رسوخ: معجزات اور خطابات کے ذریعے وہ عوام میں زبردست اثر و نفوذ رکھتے تھے۔ ان کی موجودگی اور تعلیمات سے ہزاروں افراد مسیحیت کی طرف مائل ہوئے، جو اس وقت کی سیاسی طاقتوں کے لیے ایک چیلنج تھا۔

مظالم کے خلاف ثابت قدمی: شمعون پطرس کو بارہا یہودی مذہبی پیشواؤں اور رومی حکام کے سامنے پیش ہونا پڑا۔ انہیں قید کیا گیا، دھمکیاں دی گئیں، لیکن وہ اپنے پیغام سے پیچھے نہ ہٹے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ایک ایمان پر قائم، پُر اعتماد اور نڈر قائد تھے، جو سیاسی مخالفت کے باوجود دعوتی مشن پر قائم رہے۔ شمعون پطرس کا دعوتی کردار ایمان، تبلیغ، معجزات اور قیادت پر مشتمل ہے، جبکہ ان کا سیاسی کردار مزاحمتی قیادت، عوامی اثر و رسوخ اور مذہبی و ریاستی اداروں کے خلاف استقامت کا مظہر ہے۔ وہ عیسائیت کے ابتدائی دور کے ان بزرگ شخصیات میں شامل تھے جنہوں نے نہ صرف دین کی بنیاد رکھی بلکہ اس کی حفاظت اور ترویج کے لیے جانفشانی سے کام لیا۔

2۔ اندریاس کا دعوتی و سیاسی کردار

حواری اندریاس یسوع کے پہلے شاگردوں میں سے تھے، جنہوں نے سب سے پہلے اپنے بھائی شمعون پطرس کو مسیح کے پاس لا کر کلیسیا کی بنیاد رکھنے میں اہم کردار ادا کیا۔ ان کی دعوتی سرگرمیاں ایک ایسے دور میں ہوئیں جب مذہبی قیادت اور رومی سلطنت کا گہرا اثر تھا، جس کی وجہ سے ان کا دعوتی کردار ایک سیاسی مزاحمت کی علامت بن گیا۔ کلیسائی تاریخ کے مطابق، انہیں یونان میں مصلوب کیا گیا، جو ان کی پرامن لیکن غیر متزلزل جدوجہد کا نتیجہ تھا۔[5]

* **دعوتی کردار:**

اندریاس کا شمار یسوع کے پہلے پیروکاروں میں ہوتا ہے اور اسے کلیسا میں پہلا مبلغ (Missionary) بھی کہا جاتا ہے۔ ان کی دعوتی سرگرمیاں کئی اعتبار سے نمایاں اور اثر انگیز تھیں:

بپتسمہ دینے والے یوحنا کے شاگرد سے یسوع کے پیروکار تک۔

اندریاس ابتدائی طور پر یوحنا المعمدان کا شاگرد تھا، جیسا کہ انجیل میں مذکور ہے:

"پھر یسوع کے پیچھے ہو لیے... اور انہوں نے کہا: ہم نے مسیح کو پا لیا۔" (یوحنا 1:35–41)

یہ بات اس کے روحانی اخلاص اور سچائی کی تلاش کو ظاہر کرتی ہے۔ یسوعؑ کے پیغام کو قبول کرنے کے بعد اس نے باقاعدہ طور پر تبلیغ کا آغاز کیا اور سب سے پہلے اپنے بھائی شمعون پطرس کو یسوع کے پاس لایا:

"اس نے پہلے اپنے بھائی شمعون کو ڈھونڈا..." (یوحنا 1:41)

[5] D. R. W. Wood and I. Howard Marshall, eds., *New Bible Dictionary*, 3rd ed. (Leicester, England: Inter-Varsity Press, 1996), s.v. "Andrew."

یہ عمل نہایت اہم ہے، کیونکہ شمعون پطرس بعد میں کلیسا کے ستون بنے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اندریاس کی دعوتی بصیرت اور فیصلے کتنا دور رس اثر رکھتے تھے۔ دعوت میں پہل کرنے والا: اندریاس کی دعوتی حکمت عملی میں "پہل" کرنے کا عنصر نمایاں ہے۔ جب یسوعؑ نے حواریوں کو لوگوں کے ماہی گیر بنانے کی بات کی:

"آؤ میرے پیچھے چلو، اور میں تمہیں انسانوں کے شکاری بناؤں گا۔" (متی 4:18–19)

اندریاس ان اولین افراد میں تھا جنہوں نے بلاتردد اس دعوت کو قبول کیا، اور دوسروں کو بھی اس راہ پر لگایا۔

"پہلا مشنری": کلیسائی تاریخ میں اسے "پہلا مشنری" کہا گیا ہے، کیونکہ وہ پہلا شخص تھا جس نے یسوع کو دوسروں کے سامنے پیش کیا۔ اس کا ابتدائی مبلغی کردار مسیحیت کی ابتدائی تبلیغی تحریک کی بنیاد بن گیا۔

* **سیاسی کردار:**

اندریاس کا سیاسی کردار نسبتاً بالواسطہ (indirect) تھا، تاہم وہ کئی پہلوؤں سے مذہبی سیاسی ماحول میں اہمیت رکھتا ہے:

دعوتی تحریک کا سیاسی تناظر: اندریاس کی دعوت ایک ایسے دور میں سامنے آئی جب رومی سلطنت اور یہودی مذہبی طبقات کے درمیان تنازع اور گھٹن کا ماحول تھا۔ ایسی صورتحال میں کسی نئے نبی کے پیغام کو عام کرنا سیاسی مزاحمت کو دعوت دینا تھا۔ اندریاس نے جب یسوعؑ کے ساتھ منسلک ہو کر تبلیغ شروع کی تو دراصل وہ ایک ایسی تحریک کا حصہ بن گیا جسے اس وقت کی سیاسی اشرافیہ اور مذہبی پیشوائی اپنے لیے خطرہ سمجھتی تھی۔

کلیسائی بنیادوں کا تعین: اندریاس بعد ازاں مسیحی کلیسیا کے ابتدائی مبلغین میں شامل رہا، اور یونان اور مشرقی یورپ کے کئی علاقوں میں تبلیغ کی۔ کلیسائی روایات کے مطابق، وہ پیٹریا (Patras) میں مصلوب ہوا۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ ایک مضبوط دعوتی و سیاسی علامت بن چکا تھا، جسے رومی حکومت نے چیلنج سمجھا۔ امن اور مزاحمت کا امتزاج: اندریاس کی تبلیغی حکمت عملی امن پر مبنی تھی، مگر اس کے اندر ایک غیر معمولی مزاحمت بھی تھی۔ اس نے نہ کسی طاقت سے خوف کھایا اور نہ اپنے مشن سے پیچھے ہٹا، جو اسے دعوتی میدان کے ساتھ ساتھ سیاسی نظریاتی رہنما بھی بناتا ہے۔ اندریاس کا دعوتی کردار پہلا مشنری، پہل کرنے والا مبلغ، اور مسیح کے پیغام کو پھیلانے والا پہلا شخص ہونے کی حیثیت سے بہت اہم ہے۔ اس کا سیاسی کردار مذہبی سیاسی ماحول میں ایک غیر رسمی انقلابی کی صورت میں سامنے آتا ہے، جو ظلم، جمود، اور فکری پابندیوں کے خلاف کھڑا ہوا، چاہے اس کا انجام مصلوبیت کی صورت میں ہی کیوں نہ ہوا۔

3۔ یعقوب (James) بن زبدی) کا سیاسی و دعوتی کردار

یعقوب بن زبدی، جو "گرج کے بیٹے" کے لقب سے جانے جاتے ہیں، یسوع مسیح کے تین قریبی ترین شاگردوں میں شامل تھے اور وہ پہلے حواری تھے جنہوں نے ایمان کی خاطر اپنی جان قربان کی۔ ان کی پُرجوش شخصیت اور بلا جھجک دعوت قبول کرنے کے عمل نے مسیحی تحریک کی بنیاد رکھی۔ ان کی شہادت کو رومی حکمران ہیرودیس کے سیاسی عمل کے طور پر دیکھا جاتا ہے، جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی مذہبی سرگرمیوں کو ایک سیاسی خطرہ سمجھا گیا تھا۔[6]

---

[6] Dale C. Allison, Jr., The Gospel according to Matthew, vol. 2, *The Anchor Yale Bible* (New Haven: Yale University Press, 2004), 205.

* **دعوتی کردار:**

یعقوب، حضرت یسوعؑ کے قریبی اور اولین حواریوں میں سے ایک تھے۔ اُنہیں ان کے بھائی یوحنا کے ساتھ یسوع نے "بُوانرگس" یعنی "گرج کے بیٹے" (Sons of Thunder) کا لقب دیا (مرقس 3:17)، جو ان کی پُرجوش طبیعت، قوتِ ارادی، اور دعوت میں جوش و خروش کی نمائندگی کرتا ہے۔

دعوتی جوش اور قربانی: یعقوب ان اولین افراد میں شامل تھے جنہوں نے یسوع کی دعوت پر لبیک کہا: "اور وہ آگے بڑھا اور زبدی کے بیٹے یعقوب اور اس کے بھائی یوحنا کو کشتی میں جال بناتے ہوئے دیکھا... اور فوراً انہیں بلا لیا۔" (متی 4:21)

یہ آیت اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ یعقوب بلا تردد دعوتِ مسیح کو قبول کرنے والے اور پوری زندگی وقف کر دینے والے شخص تھے۔ ان کی دعوتی سرگرمیوں میں جرأت، استقامت اور ثابت قدمی نظر آتی ہے۔ حضرت یسوعؑ کے خصوصی حلقۂ شاگردان میں شامل: یعقوب اُن تین خاص شاگردوں میں شامل تھے جنہیں یسوع نے خصوصی مواقع پر اپنے ساتھ رکھا۔ جیسے تجلی کا منظر (مرقس 9:2) اور گتسمنی کے باغ کی رات۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ نہ صرف دعوت کے اہم ستون تھے بلکہ یسوع کی روحانی و دعوتی تربیت کے مرکز میں بھی شامل تھے۔

پہلا شہید حواری: یعقوب کی دعوتی سرگرمیوں اور اثر و رسوخ کی شدت اس قدر تھی کہ وہ مسیحیت کے پہلے شہید حواری بنے۔

"اور اس نے یعقوب کو تلوار سے قتل کروا دیا۔" (اعمال 12:2)

یہ اقدام ظاہر کرتا ہے کہ ان کی دعوتی فعالیت سیاسی سطح پر بھی نمایاں ہو چکی تھی، اور وہ رومی گورنری اور یہودی قیادت کی نظروں میں خطرہ بن چکے تھے۔

* **سیاسی کردار:**

یعقوب کا سیاسی کردار بالواسطہ اور دعوتی اثرات کا منطقی نتیجہ ہے۔ ان کی شخصیت اور سرگرمیاں اُس وقت کے سیاسی و مذہبی نظام کے لیے ایک چیلنج بن چکی تھیں۔

روم اور یہودی قیادت کے خلاف غیر اعلانیہ مزاحمت:

یعقوب نے حضرت یسوعؑ کی تعلیمات کے مطابق عدل، مساوات اور روحانیت پر مبنی نظام کی تبلیغ کی، جو رومی استعمار اور یہودی پادری طبقے کے لیے ایک غیر رسمی سیاسی تحریک کا آغاز تھا۔ ان کی دعوت کا دائرہ جوں جوں بڑھا، رومی حکمرانوں نے انہیں سیاسی خطرہ سمجھنا شروع کر دیا۔

ہیرودوس اگرپّا کے ہاتھوں قتل: ہیرودوس اگرپّا اول نے عوامی دباؤ اور سیاسی خطرے کے پیش نظر انہیں سیاست کے نام پر شہید کروا دیا۔

"جب ہیرودوس نے دیکھا کہ یہ یہودیوں کو خوش آیا ہے تو اُس نے پطرس کو بھی گرفتار کیا..." (اعمال 12:3)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یعقوب صرف ایک مذہبی مبلغ نہیں تھے، بلکہ ان کی شخصیت سیاسی شعور اور سماجی بیداری کا استعارہ بن چکی تھی۔ شہادت اور اس کا پیغام: یعقوب کی شہادت نے ابتدائی کلیسیا کو حوصلہ اور مزاحمت کا جذبہ دیا۔ ان کی قربانی نے یہ واضح کر دیا کہ یسوع کا پیغام صرف مذہبی اصلاح نہیں بلکہ سماجی اور سیاسی تبدیلی کا بھی ذریعہ ہے۔ یعقوب کا دعوتی کردار پُرجوش، ثابت قدم اور عمل سے بھرپور تھا۔ وہ اولین مبلغین میں سے تھے جنہوں نے اپنی جان دعوت کے لیے قربان کی۔ ان کا سیاسی کردار غیر روایتی مگر مؤثر تھا، جس نے وقت کی طاقتوں کو چیلنج کیا۔ یعقوب کی شہادت نہ صرف ایک انفرادی المیہ تھی بلکہ وہ مسیحی تحریک کے لیے انقلابی موڑ بھی ثابت ہوئی۔

4۔ یوحنا کا دعوتی و سیاسی کردار

یوحنا، حضرت یسوعؑ کے قریبی ترین شاگردوں میں شامل تھے اور دعوتِ مسیح کی ترویج میں ان کا کردار نمایاں اور ہمہ جہت تھا۔ یسوعؑ کے ابتدائی حواریوں میں شمولیت کے وقت وہ اپنے والد زبدی اور بھائی یعقوب کے ساتھ کشتی پر کام کر رہے تھے۔

* **دعوتی کردار:**

یسوعؑ نے انہیں بلایا تو وہ فوراً ان کے پیچھے ہو لیے:

"وہ کشتی اور اپنے باپ کو چھوڑ کر یسوع کے پیچھے ہو لئے۔" (متی 4:22)

یہی قربانی اور کامل اطاعت یوحنا کی دعوتی زندگی کی بنیاد بن گئی۔

حضرت یسوع کے خصوصی شاگرد: یوحنا اُن تین شاگردوں (پطرس، یعقوب، یوحنا) میں شامل تھے جو تجلّی (Transfiguration) اور گتسمنی کے باغ جیسے اہم روحانی واقعات میں یسوع کے ساتھ شریک ہوئے (مرقس 9:2)۔ یہ ان کی دعوتی تربیت اور قربِ نبوت کو ظاہر کرتا ہے۔

سرگرم مبلغ اور معلم: یوحنا نے نہ صرف یسوع کے ساتھ دورانِ حیات تبلیغی سفر کیے بلکہ اُن کی وفات کے بعد بھی دعوتِ مسیح کی ترویج میں بھرپور کردار ادا کیا۔ کتابِ اعمال کے مطابق:

"جب فلپس نے سامریہ میں منادی کی، تو رسولوں نے یروشلم میں یہ سن کر پطرس اور یوحنا کو بھیجا تاکہ وہ ان کے لیے دعا کریں کہ انہیں روح القدس ملے۔" (اعمال 8:14-15)

یہ واقعہ ظاہر کرتا ہے کہ یوحنا کو روحانی قیادت اور دعوتی امور میں فیصلہ سازی کے لیے منتخب کیا جاتا تھا، جو ان کی دعوتی بصیرت کی دلیل ہے۔

دعوت پر گرفتاری: یوحنا نے حضرت یسوعؑ کی تعلیمات کو عام کرنے میں اس قدر سرگرمی دکھائی کہ اسے گرفتار بھی کیا گیا۔

"اور وہ انہیں (پطرس اور یوحنا کو) پکڑ کر جیل میں لے گئے..." (اعمال 4:3)

بعد ازاں اُسے اس شرط پر رہا کیا گیا کہ وہ یسوع کی منادی نہ کرے، لیکن اس کے باوجود یوحنا نے دعوت کا کام جاری رکھا، جو اس کے استقامت، جرأت اور دینی وابستگی کو ظاہر کرتا ہے۔

* **سیاسی کردار:**

یوحنا کا سیاسی کردار براہِ راست کسی ریاستی عہدے سے منسلک نہیں تھا، مگر دینی دعوت کے ذریعے ریاستی اور مذہبی اسٹیبلشمنٹ کو چیلنج کرنا ایک عملی سیاسی اقدام کے طور پر سامنے آیا۔

مذہبی قیادت سے تصادم: یوحنا نے دیگر رسولوں کے ساتھ مل کر یروشلم میں عبادت گاہوں اور عوامی مقامات پر حضرت یسوعؑ کے پیغام کو پھیلایا۔ اس عمل نے یہودی مذہبی قیادت اور رومی حکام کو عدم تحفظ کا شکار کیا، جس کے نتیجے میں انہیں پابندِ سلاسل بھی کیا گیا۔ ان کا یہ عمل روایتی طاقت کے خلاف ایک دعوتی اور غیر مسلح مزاحمت کے مترادف تھا۔

روحانی اثر و نفوذ: یوحنا کو سامریہ میں بھیجا جانا ظاہر کرتا ہے کہ انہیں محض مبلغ نہیں بلکہ مہماتی اور انتظامی قائد کے طور پر بھی تسلیم کیا گیا۔ ان کے ہاتھوں دعا سے روح القدس کا نزول ہونا (اعمال 8:17) انہیں محض دینی راہنما نہیں بلکہ روحانی اختیار کے حامل شخصیت کے طور پر پیش کرتا ہے جو اس وقت کے سیاسی و مذہبی نظام کے لیے چیلنج بن سکتا تھا۔

کلیسائی قیادت اور تدوین: یوحنا کو کلیسائی روایت میں آخری بچ جانے والا حواری سمجھا جاتا ہے، اور ان سے "یوحنا کی انجیل" اور "مکاشفہ" جیسے متون منسوب ہیں۔ ان کی یہ خدمات انہیں کلیسیائی نظریے کے معمار کے طور پر پیش کرتی ہیں، جو ابتدائی عیسائیت کی نظریاتی اور سیاسی خود مختاری کی بنیاد بنی۔[7]

یوحنا کا دعوتی کردار محبت، قربانی، روحانیت اور استقامت سے بھرپور تھا۔ وہ حضرت یسوعؑ کے سب سے قریبی شاگردوں میں سے تھے، جنہوں نے نہ صرف ان کے ساتھ سفر کیا بلکہ ان کے بعد بھی ان کی تعلیمات کو دنیا کے سامنے پیش کیا۔ ان کا سیاسی کردار براہِ راست حاکمیت سے وابستہ نہیں تھا، مگر ان کی دعوتی سرگرمیاں مذہبی و ریاستی نظام کے خلاف ایک خاموش انقلابی موقف رکھتی تھیں۔ یوحنا کی شخصیت ایک ایسی دعوتی قیادت کی مثال ہے جو روحانی طاقت، عملی جرأت اور فکری بصیرت کا امتزاج ہے۔

5۔ فلپس کا سیاسی و دعوتی کردار

فلپس، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ شاگردوں (حواریوں) میں سے ایک نمایاں مبلغ اور ابتدائی مسیحی مشن کے سرگرم کارکن کے طور پر ابھرتے ہیں۔ ان کا تعلق بیت صیدا سے تھا۔ وہی شہر جہاں پطرس اور اندریاس بھی رہتے تھے (یوحنا1:44)۔[8] ان کے نام کی یونانی ساخت کی وجہ سے بہت سے غیر یہودی انہیں اپنا ہم زبان اور ہم خیال سمجھتے تھے، جس نے ان کے دعوتی کردار کو وسعت بخشی۔

* **دعوتی کردار:**

دعوتی وسیلہ بننا: جب بعض یونانی زائرین یسوعؑ سے ملاقات کے خواہاں ہوئے، تو وہ فلپس کے پاس آئے:

"پس وہ فلپس کے پاس آئے ... اور اس سے درخواست کی کہ ہم یسوع کو دیکھنا چاہتے ہیں۔" (یوحنا12:21)

اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ فلپس کو بین الاقوامی سطح پر دعوت کا دروازہ سمجھا جاتا تھا۔ ان کی موجودگی نے یسوعؑ کے پیغام کو صرف بنی اسرائیل تک محدود رکھنے کے بجائے، غیر اقوام کی طرف کھولنے کی بنیاد رکھی۔

حضرت عیسیٰؑ کے قریبی خدمت گزار:

فلپس یسوعؑ کے ساتھ دعوتی مہمات میں شریک رہے اور کئی بار یسوعؑ نے ان سے براہِ راست خطاب کیا، مثلاً جب ہزاروں لوگوں کو کھانا کھلانے کا واقعہ پیش آیا تو یسوعؑ نے ان سے سوال کیا: "یسوع نے فلپس سے کہا، ہم ان کے کھانے کے لیے کہاں سے روٹیاں خریدیں؟" (یوحنا6:5) یہ بات ان کے اعتماد یافتہ، قریب ترین اور معاملہ فہم ہونے کی طرف اشارہ کرتی ہے، اور اس اعتماد نے انہیں دعوتی منصوبہ بندی میں شامل رکھا۔

مبشر اور تبلیغی قیادت: اگرچہ کتابِ اعمال میں ذکر فلپس دی کون (Philip the Evangelist) کے طور پر بھی آتا ہے، لیکن روایت میں دونوں فلپس (شاگرد اور مبشر) کو بعض اوقات ایک ہی شخصیت مانا جاتا ہے۔ اگر ان کو ایک ہی تسلیم کیا جائے تو وہ سامریہ میں منادی کرنے والے اولین افراد میں شامل تھے: "اور فلپس سامریہ کے شہر میں گیا اور لوگوں کو مسیح کی خوشخبری سنائی۔ (اعمال8:5) یہ ان کے دعوتی فہم، خطیبانہ صلاحیت اور تبلیغی بصیرت کا بین ثبوت ہے۔

---

7 Thomas R. Schreiner, *New Testament Theology: A Theological Commentary* (Grand Rapids, MI: Baker Academic, 2008), 215.

8 Leander E. Keck, ed., *The New Interpreter's Bible, Volume IX: The Gospel of John and The Acts of the Apostles* (Nashville: Abingdon Press, 2004), 215.

* **سیاسی کردار:**

فلپس کا سیاسی کردار براہِ راست کسی ریاستی عملداری سے متعلق نہیں، لیکن ان کی تبلیغی جدوجہد اور غیر یہودی اقوام تک رسائی کا عمل موجودہ مذہبی و سیاسی ڈھانچے کو چیلنج کرنے والا تھا۔

سامریہ میں دعوت: فلپس نے سامریہ جیسے علاقے میں دعوت دی، جہاں یہودی تعصب کی بنیاد پر عام طور پر تبلیغ نہیں کی جاتی تھی۔ ان کا وہاں جانا اور کامیاب منادی کرنا یہودی مذہبی اجارہ داری کو للکارنے کے مترادف تھا۔ (اعمال 5:8-8)

دینی و ثقافتی سرحدوں کا انقطاع: فلپس کی تبلیغی کوششیں یسوعؑ کے پیغام کو یہودیت کی ثقافتی اور سیاسی حدود سے نکال کر آفاقی سطح پر لے گئیں، جو اس وقت کے مذہبی سیاسی نظم کے لیے خاموش مگر گہرا چیلنج تھی۔ فلپس ایک دعوتی سفیر تھے، جنہوں نے حضرت عیسیٰؑ کے قریبی ساتھی ہونے کے ساتھ ساتھ غیر اقوام میں مسیحی پیغام کی تبلیغ کا فریضہ بھی انجام دیا۔ ان کی شخصیت کو دعوتی حکمت، تہذیبی رابطہ کاری اور بین المذاہب تفہیم کا نمایاں نمونہ سمجھا جا سکتا ہے۔ سامریہ اور حبشہ جیسے خطوں میں ان کی دعوتی مہمات نے عیسائیت کو یہودی قومیت کے دائرے سے نکال کر عالمگیر پیغام کے طور پر متعارف کرایا، جو بذاتِ خود ایک سیاسی-دعوتی جدوجہد تھی۔

6۔ برتلمائی (برتلما) کا سیاسی و دعوتی کردار

برتلمائی حضرت عیسیٰؑ کے بارہ حواریوں میں سے ایک تھے، جن کا ذکر صرف انجیل اربعہ (چاروں اناجیل) اور کتابِ اعمال میں فہرست کی حد تک آتا ہے۔ (متی 3:10؛ مرقس 18:3؛ لوقا 14:6؛ اعمال 13:1) ان کی شخصیت اور کارناموں پر انجیل میں تفصیلی روشنی نہیں ڈالی گئی۔[9] اس کے باوجود بعد کی مسیحی روایات اور تاریخی ذرائع ان کے دعوتی کردار کی کچھ جھلک پیش کرتے ہیں۔

* **دعوتی کردار:**

ابتدائی تبلیغی مشن کا حصہ: اگرچہ انجیل میں برتلمائی کی دعوتی سرگرمیوں کا صریح ذکر نہیں، لیکن چونکہ وہ بارہ رسولوں میں شامل تھے، اس لیے انہیں یسوعؑ کی جانب سے ملنے والی تبلیغ، شفایابی، اور بادشاہی کی منادی کی ذمے داری کا حصہ تصور کیا جاتا ہے: "ان بارہ کو یسوع نے بھیجا اور ان کو حکم دیا۔ کہ تم راستے میں بادشاہی آسمانی کی خوشخبری دو، بیماروں کو شفا دو، مردوں کو جلاؤ، کوڑھیوں کو پاک کرو، بدروحوں کو نکالو۔" (متی 5:10-10) برتلمائی بھی ان احکام کے تحت خدمت انجام دینے والے مبشرین میں شامل تھے۔

نتنائیل کے ساتھ ربط: بعض مسیحی مفسرین کے مطابق برتلمائی ہی وہ نتنائیل تھے جن کا ذکر انجیلِ یوحنا میں آیا ہے (یوحنا 45:1-51)، کیونکہ یوحنا میں برتلمائی کا نام نہیں آتا جبکہ دوسرے حواریوں کی فہرستوں میں نتنائیل کا نام نہیں ہوتا۔ اگر یہ درست تسلیم کیا جائے، تو برتلمائی (نتنائیل) کو وہ شخص مانا جا سکتا ہے جس نے حضرت عیسیٰؑ کو "خدا کا بیٹا" اور "اسرائیل کا بادشاہ" کہہ کر تسلیم کیا: "نتنائیل نے جواب دیا: اے ربی! تُو خدا کا بیٹا ہے، تُو اسرائیل کا بادشاہ ہے!" (یوحنا 49:1) یہ دعوتی یقین، ان کی داخلی وابستگی اور عقیدت کو ظاہر کرتا ہے۔ بعد از انجیل روایات: بعد کی روایات کے مطابق برتلمائی نے آرمینیا، ہندوستان، عرب اور میسوپوٹیمیا تک تبلیغ کی۔ بعض تاریخی ذرائع کے مطابق انہوں نے آرمینیا میں شہادت پائی۔ یہ تمام باتیں اگرچہ غیر

[9] Raymond E. Brown, Joseph A. Fitzmyer, and Roland E. Murphy, eds., *The New Jerome Biblical Commentary* (Englewood Cliffs, NJ: Prentice Hall, 1990), 256.

بائبلی ذرائع پر مبنی ہیں، تاہم ابتدائی کلیسا میں ان کی دعوتی خدمات کے تسلسل کا پتہ دیتی ہیں۔[10]

*** سیاسی کردار:**

برتلمائی کے سیاسی کردار کے شواہد بہت محدود ہیں، کیونکہ انجیل یا کتابِ اعمال میں ان کی کوئی ریاستی یا عوامی قیادت کا کردار بیان نہیں ہوا۔ تاہم، غیر یہودی علاقوں میں ان کی تبلیغ اور شہادت کی روایات موجودہ مذہبی سیاسی نظام سے تصادم کی غمازی کرتی ہیں۔

غیر اقوام میں تبلیغ: ان کی طرف منسوب آرمینیا یا ہندوستان میں تبلیغی خدمات ایک سیاسی عمل بھی تھا، کیونکہ ان علاقوں میں نیا مذہب متعارف کرانا مذہبی اسٹیبلشمنٹ اور حکومتی ڈھانچوں کے لیے چیلنج ہوتا تھا۔

شہادت کا پس منظر: آرمینیائی روایات کے مطابق برتلمائی کو وہاں کے بادشاہ نے قتل کرایا کیونکہ انہوں نے بادشاہ کے اہل خانہ کو مسیحی بنا دیا تھا۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ ان کا دعوتی کام سیاسی حساسیت کا حامل تھا اور اس کے نتائج جان لیوا بھی ثابت ہوئے۔ اگرچہ برتلمائی کا بائبلی تذکرہ محدود ہے، لیکن ان کی رسولی حیثیت، دعوتی کارواں میں شمولیت، اور بعد کی مسیحی روایات کے مطابق دور دراز علاقوں میں تبلیغ اور شہادت، ان کے دعوتی جذبے اور دینی وابستگی کا واضح ثبوت ہیں۔ ان کا کردار ان خاموش داعیوں میں شامل ہے جنھوں نے شہرت کے بغیر خدمات انجام دیں لیکن ان کے اثرات دور رس اور پائیدار رہے۔

7۔ متی (متیٰ Levi) کا سیاسی و دعوتی کردار

متی حضرت عیسیٰؑ کے بارہ حواریوں میں شامل تھے اور ان کا تعلق ابتدائی طور پر محکمہ محاصل (محصول لینے والے / ٹیکس کولیکٹر) سے تھا، جس کے باعث انہیں سماجی طور پر نفرت کا سامنا تھا کیونکہ رومی حکومت کے لیے محصول جمع کرنا یہودی معاشرے میں ناپسندیدہ عمل سمجھا جاتا تھا۔ تاہم، یسوعؑ کی دعوت پر متی نے اپنی سابقہ پیشہ ورانہ حیثیت چھوڑ کر ان کی پیروی اختیار کی۔[11]

*** دعوتی کردار:**

یسوعؑ کی دعوت قبول کرنے والا پہلا محصول لینے والا: متی کی شخصیت اس لحاظ سے منفرد ہے کہ وہ پہلے ایسے شخص تھے جنھوں نے معاشرتی حقارت اور سیاسی گماشتگی کی شناخت کے باوجود حضرت عیسیٰؑ کی دعوت کو قبول کیا۔ یسوعؑ نے اسے صرف "پیچھے آ" کہا اور وہ فوراً اٹھ کر ان کے پیچھے ہو لیا:

> "جب یسوع وہاں سے آگے بڑھا تو اس نے متی نام ایک آدمی کو محصول کی چوکی پر بیٹھے دیکھا۔ اس نے اس سے کہا، 'میرے پیچھے آ'، اور وہ اٹھ کر اس کے پیچھے ہو لیا۔" (متی 9:9)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ متی نے معاشی استحکام اور دنیاوی آسائش کو ترک کر کے روحانی دعوت کو ترجیح دی۔

انجیل نگاری: متی کو انجیلِ متیٰ (The Gospel of Matthew) کا مصنف سمجھا جاتا ہے،[12] جو دعوتی کردار میں ان کی سب سے بڑی

---

[10] Paul L. Maier, Eusebius *Church History trans*, (Grand Rapids, MI: Kregel Publications, 1999), 5.10.3.

[11] R. T. France, The Gospel of Matthew, *The New International Commentary on the New Testament* (Grand Rapids, MI: Eerdmans, 2007), 125.

[12] Dale C. Allison, Jr., *The Gospel according to Matthew, vol. 1, The Anchor Yale Bible* (New Haven: Yale University Press, 2004), 150.

خدمت ہے۔ اس انجیل میں انہوں نے حضرت عیسیٰؑ کی تعلیمات، معجزات، اور نجات کے پیغام کو یہودیوں کے مخصوص تناظر میں مرتب کیا، تاکہ یہودی قوم حضرت عیسیٰؑ کو اپنے نجات دہندہ کے طور پر قبول کرے۔ اس میں یسوع کو مسیحا اور موسیٰؑ کے بعد سب سے بڑا شریعت دہندہ کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔

رسولی اجتماع میں شرکت: کتابِ اعمال میں متی ان رسولوں کے ساتھ نظر آتے ہیں جو حضرت عیسیٰؑ کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد بالا خانے میں دعا اور مشورے میں مشغول تھے: "پطرس، یعقوب، یوحنا... اور متی... سب بالا خانے میں ٹھہرے اور دعا میں مشغول رہے۔" (اعمال 1:13-14)
یہ دعوتی سرگرمی کی ابتدا تھی، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ متی کلیسا کے ابتدائی قیام میں شریک و معاون تھے۔

* **سیاسی کردار:**

سماجی و سیاسی طبقے سے دعوت کی طرف سفر: متی چونکہ رومی حکومت کے لیے ٹیکس جمع کرنے والے تھے، لہٰذا وہ سیاسی نظام کے اندرونی پہلوؤں سے واقف تھے۔ ان کا دعوتی کام اس پہلو سے اہم ہو جاتا ہے کہ وہ اس سیاسی نظام سے نکل کر ایک ایسے روحانی مشن کا حصہ بنے جو موجودہ طاقتور اسٹیبلشمنٹ کے لیے چیلنج بن گیا تھا۔[13]

سماجی مفاہمت کا ذریعہ: متی کی شخصیت مسیحی دعوت میں سماجی مفاہمت اور نجات کے عالمگیر تصور کو ظاہر کرتی ہے۔ وہ ان طبقات کی نمائندگی کرتے ہیں جنہیں سماجی لحاظ سے خارج کر دیا گیا تھا، لیکن دعوتِ مسیح نے انہیں قبول کر کے ایک اعلیٰ مقام عطا کیا۔ متی کا دعوتی کردار نہایت اہم اور مؤثر تھا۔ وہ نہ صرف یسوعؑ کی دعوت کے ابتدائی پیروکاروں میں سے تھے بلکہ ایک انجیل نویس کے طور پر بھی ان کی خدمات عظیم ہیں۔ ان کا سیاسی کردار براہِ راست سرگرمیوں میں کم نظر آتا ہے، لیکن ان کا پیشہ، پس منظر، اور دعوتی قبولیت ایک سیاسی و سماجی سطح پر دعوتی تحریک کے اثرات کو اجاگر کرتا ہے۔ وہ اس بات کی علامت بنے کہ کوئی بھی شخص، چاہے ماضی کتنا ہی متنازع ہو، خدا کے کام کے لیے چنا جا سکتا ہے۔

8۔ توما کا دعوتی و سیاسی کردار

باتوما (Thomas) کا سیاسی و دعوتی کردار ابتدائی کلیسیا میں نہایت اہم اور فکری لحاظ سے منفرد حیثیت رکھتا ہے۔ اگرچہ وہ شکوک و شبہات رکھنے والے شاگرد کے طور پر مشہور ہیں، لیکن اسی سوالیہ مزاج اور علمی جستجو نے ان کے دعوتی سفر کو ایک مخصوص معنویت عطا کی۔[14]

* **توما کا دعوتی کردار:**

علمی و فکری دعوت کا نمائندہ: توما کی شخصیت ایک ایسے شاگرد کی ہے جو اندھی تقلید کے بجائے براہِ راست تجربے اور ذاتی مشاہدے پر یقین رکھتا تھا۔ یسوعؑ کی بعثت کے بعد جب باقی شاگردوں نے اُن کے دوبارہ زندہ ہونے کی خبر دی، تو توما نے اس وقت تک یقین کرنے سے انکار کیا جب تک وہ خود ثبوت نہ دیکھ لے: "جب توما، جو اُن بارہ میں سے ایک تھا اور توام کہلاتا تھا، یسوع کے آنے کے وقت اُن کے ساتھ نہ تھا۔ پس دوسرے شاگردوں نے اُس سے کہا کہ ہم نے خداوند کو دیکھا ہے۔ اُس نے اُن سے کہا: جب تک میں اُس کے ہاتھوں میں میخوں کے نشان نہ دیکھ لوں اور اُن میخوں کے نشان میں اپنی انگلی نہ ڈالوں اور اپنے ہاتھ کو اُس کی پسلی میں نہ رکھوں، ہر گز یقین نہ کروں گا" (یوحنا 20:24-25)۔ ان کا یہ طرزِ عمل آئندہ نسلوں کے لیے

[13] Donald A. Hagner, *Matthew 1-13, Word Biblical Commentary* (Nashville: Thomas Nelson, 1993), 200.

[14] D. A. Carson, *The Gospel of John: A Theological Commentary* (Grand Rapids, MI: Eerdmans, 1991), 312.

فکری و عقلی بنیاد پر دعوت و ایمان کا ایک نمونہ قرار دیا جا سکتا ہے (براؤن، 1997، ص:230)۔

حتمی ایمان اور "میرے خداوند اور میرے خدا" کا اعلان: بعد ازاں، جب یسوعؑ خود ان پر ظاہر ہوئے اور توما کو اپنی انگلیاں اور ہاتھ لگانے کی اجازت دی، تو توما نے انتہائی مضبوط اور ایمان افروز الفاظ میں انہیں "میرے خداوند اور میرے خدا" کہا (یوحنا 20:28)، جو ابتدائی کلیسیا میں مسیح کی الوہیت کے اعتراف کا سب سے واضح اعلان بن گیا۔ یہ توما کی دعوتی حیثیت کو عقیدے کی مرکزیت سے جوڑتا ہے (پاول، 2009)۔

مشرقی دنیا میں تبلیغ: روایتی کلیسائی روایات کے مطابق توما نے مسیحی پیغام کو مشرق میں پھیلانے کا فریضہ سرانجام دیا۔ تاریخی و کلیسائی ماخذات کے مطابق وہ ایران، افغانستان، اور بالآخر ہندوستان (موجودہ کیرالا) تک پہنچے، جہاں انہوں نے مقامی اقوام کو عیسائیت کی دعوت دی اور بالآخر شہید کر دیے گئے (نیل، 1984)۔ ہندوستانی مسیحی روایت میں انہیں "توما ہند" (Saint Thomas the Apostle of India) کہا جاتا ہے۔[15]

* **توما کا سیاسی کردار**

رومی و فارسی اثرات میں تبلیغ: توما نے دعوت کا کام ان علاقوں میں کیا جہاں ایرانی ساسانی سلطنت اور یونانی اثرات کا غلبہ تھا۔ وہاں مذہبی پیغام پہنچانا ایک طرح سے سیاسی مزاحمت بھی سمجھی جاتی تھی کیونکہ حکومتی ڈھانچے اکثر نئی تحریکات سے خوفزدہ رہتے تھے (نیل، 1984)

شہادت اور استقامت: توما کی شہادت بھی سیاسی نوعیت کی حامل تھی کیونکہ بعض روایات کے مطابق انہیں مقامی مذہبی یا حکومتی افراد کی مخالفت کا سامنا ہوا۔ ان کی شہادت اس بات کی غمازی کرتی ہے کہ انہوں نے نہ صرف مذہبی بلکہ سیاسی و ثقافتی مزاحمت کے باوجود اپنی دعوتی ذمہ داری کو نبھایا۔ توما کا کردار عیسائیت میں ایک ایسا منفرد کردار ہے جو سوال، شک، اور تجربے کے ذریعے ایمان کی مضبوطی تک پہنچتا ہے۔ انہوں نے اپنی دعوت مشرقی دنیا تک پھیلائی، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ صرف ایک پیروکار نہیں بلکہ فعال مبلغ اور کلیسیا کے ابتدائی ستونوں میں سے ایک تھے۔ ان کی شہادت ان کے سیاسی اور روحانی عزم کا ثبوت ہے۔

9۔ یعقوب بن حلفئی کا دعوتی و سیاسی کردار

یعقوب بن حلفئی (James the son of Alphaeus)، جنہیں "چھوٹا یعقوب" (James the Less) بھی کہا جاتا ہے، ابتدائی عیسائی دعوتی تحریک میں ایک خاموش لیکن مستقل مزاج اور وفادار شاگرد کی حیثیت رکھتے ہیں۔[16] اگرچہ بائبل میں ان کا تذکرہ دیگر نمایاں حواریوں کے مقابلے میں کم ہے، لیکن جو اشارات موجود ہیں وہ ان کی دعوتی وابستگی، استقامت اور تنظیمی کردار کو ظاہر کرتے ہیں۔

* **دعوتی کردار:**

خاموش خدمت اور استقامت: یعقوب بن حلفئی ان شاگردوں میں سے تھے جو یسوع کے ساتھ ابتدائے کار سے آخر تک ثابت قدم رہے۔ اگرچہ ان کی دعوتی سرگرمیوں کی تفصیلات بائبل میں وضاحت سے نہیں ملتیں، لیکن "اعمال" کی کتاب میں ان کا ذکر پطرس، یوحنا، متی اور دیگر حواریوں کے ساتھ ایک ہی صف میں کیا گیا ہے: "پس وہ اس بالاخانے پر چڑھے، جہاں وہ رہتے تھے، یعنی پطرس، یوحنا، یعقوب، اندریاس.. اور یعقوب بن حلفئی" (اعمال 1:13) اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ دعوتی جماعت کے نظم و ضبط اور دُعائی اجتماع کا حصہ تھے، جو ابتدائی کلیسیا کی اساس تھی۔

عاجز مگر فعال کردار: مرقس کی انجیل میں ان کا تذکرہ "یعقوب الصغیر" (مرقس 15:40) کے نام سے آتا ہے۔ یہ لقب ان کی شخصیت کی عاجزی یا عمر

---

[15] Stephen Neill, *A History of Christianity in India: The Beginnings to AD 1707* (Cambridge: Cambridge University Press, 1984), 31.

[16] David Noel Freedman, ed., *The Anchor Yale Bible Dictionary* (New York: Doubleday, 1992), s.v. "James the Son of Alphaeus."

کے تناظر میں ہو سکتا ہے، لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ ان کی حیثیت کم اہم تھی۔ بر عکس اس کے، اس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ وہ شہرت طلبی سے دور، خاموش مزاج مگر مسلسل خدمت کرنے والے شخص تھے۔ یہی صفات دعوتی عمل میں پائیداری کی بنیاد بنتی ہیں۔

دعوت میں اجتماعیت کا عنصر: یعقوب بن حلفئی کا مستقل طور پر رسولوں کے ہمراہ رہنا اور ان کے ہم آہنگ دُعائی اور دعوتی کاموں میں شریک ہونا، اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ کلیسیا کی اجتماعی دعوتی حکمت عملی کا حصہ تھے۔ ان کی شخصیت ہمیں یہ سبق دیتی ہے کہ صرف نمایاں رہنمائی ہی نہیں بلکہ پشت پر خاموش خدمت بھی دین کے فروغ میں کلیدی کردار رکھتی ہے۔

* **سیاسی کردار:**

یعقوب بن حلفئی کا براہ راست سیاسی کردار تاریخ یا انجیلوں میں نمایاں طور پر ذکر نہیں ہوا۔ تاہم ان کی دعوتی موجودگی اور کلیسیا کی تشکیل میں شمولیت ایک طرح سے سیاسی نوعیت کی بھی حامل تھی، کیونکہ رومی حکومت میں مذہبی تحریک کا حصہ ہونا اس دور میں یسوع کی پیروی کرنا بذات خود ایک سیاسی خطرہ تھا، کیونکہ یہ رومی حکام اور یہودی مذہبی قیادت کے لیے چیلنج تھا۔ یعقوب جیسے شاگرد جو مسلسل کلیسیا کے ابتدائی کاموں میں شریک رہے، دراصل خاموش سیاسی مزاحمت کے استعارے بھی تھے۔[17]

کلیسیا کی اندرونی نظم میں شرکت: اعمال کی کتاب سے اندازہ ہوتا ہے کہ یعقوب بن حلفئی ان شاگردوں میں شامل تھے جو قیادت، مشورے اور نظم کے عمل کا حصہ تھے۔ کسی بھی دینی تحریک کی داخلی سیاست میں ہم آہنگی، مشاورت اور قیادت کا کردار بنیادی اہمیت رکھتا ہے، اور وہ اس میں فعال تھے۔ یعقوب بن حلفئی کا کردار بظاہر غیر نمایاں ہے، لیکن ان کی مستقل مزاجی، اجتماعیت سے جڑا ہوا رویہ اور دعوتی تحریک میں خاموش خدمت کا پہلو ان کی شخصیت کو اہم بناتا ہے۔ ان کا دعوتی کردار ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ ہر تحریک میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو سامنے نہ آکر بھی بنیادیں مضبوط کرتے ہیں، اور یہی ان کی اصل طاقت ہوتی ہے۔

10۔ یہوداہ

یہوداہ بن یعقوب، جنہیں تدی (Thaddaeus) یا لبیوس (Lebbaeus) بھی کہا جاتا ہے، بارہ حواریوں میں سے ایک تھے۔ اگرچہ ان کا ذکر اناجیل میں مختصر اور غیر نمایاں ہے، تاہم تاریخی و کلیسائی بیانات اور دعوتی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا کردار دعوت و تبلیغ کی مشنری مہمات میں فعال رہا۔[18]

ان کی شخصیت ایک خاموش مگر پُرعزم داعی کی تصویر پیش کرتی ہے، جو جماعت کے ساتھ رہ کر پیغامِ مسیح کو عام کرنے میں مگن رہے۔

* **دعوتی کردار:**

اجتماعی دعوتی سرگرمیوں میں شمولیت: یہوداہ بن یعقوب کے بارے میں واضح ہے کہ وہ دیگر رسولوں کے ساتھ ابتدائی کلیسیا کی دعوتی مہمات میں شریک رہے۔

"اور جب وہ اس بالاخانے پر چڑھے، جہاں وہ رہتے تھے... یعقوب کا بیٹا یہوداہ" (اعمال 1:13)۔

یہ حوالہ اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ نہ صرف دعوتی نظم کا حصہ تھے بلکہ دعاؤں، مشاورت اور پیغام رسانی کے لیے جمع ہونے والے حلقہ رسولاں میں شامل تھے۔

---

[17] D. R. W. Wood and I. Howard Marshall, eds., *New Bible Dictionary*, 3rd ed. (Leicester, England: Inter-Varsity Press, 1996), s.v. "James the Son of Alphaeus."

[18] Philip Schaff, *A History of the Church: The Beginnings of Christianity, A.D. 1-100, vol. 1* (New York: Charles Scribner's Sons, 1910), 200.

دعوتی رجحان اور سوالیہ انداز: یوحنا کی انجیل میں ایک دلچسپ واقعہ نقل ہوا ہے، جہاں یہوداہ (تدی) یسوع سے سوال کرتے ہیں:

"اَے خُداوند! تو ہمیں اپنے آپ کو ظاہر کرے گا، اور دنیا کو نہیں؟" (یوحنا 14:22)

یہ سوال اُن کے فکری و تجزیاتی مزاج کی عکاسی کرتا ہے۔ ان کا یہ طرزِ گفتگو ظاہر کرتا ہے کہ وہ دعوتی کام میں فہم و ادراک اور عقل و حکمت کو شامل رکھتے تھے، جس سے ان کے دعوتی انداز کی سنجیدگی اور فکری گہرائی کا پتہ چلتا ہے۔

مشرق وسطیٰ اور دیگر علاقوں میں تبلیغ: روایتی کلیسائی روایات کے مطابق، یہوداہ بن یعقوب نے بعد ازاں عرب علاقوں، اَدیسہ (Edessa)، اور ممکنہ طور پر ایران و شام کے علاقوں میں بھی مسیحی پیغام کی تبلیغ کی۔ بعض حوالوں کے مطابق، انہوں نے فارس (ایران) میں شہادت پائی۔ ان کا یہ کردار دعوتی پیغام کو دیگر اقوام و ثقافتوں تک پہنچانے میں اہم رہا۔

* **سیاسی کردار:**

یہوداہ بن یعقوب کا براہِ راست کوئی سیاسی کردار تاریخ میں واضح نہیں ملتا، تاہم ان کی دعوتی سرگرمیاں اس دور کی دینی و سیاسی حساسیت کے تناظر میں سیاسی نوعیت کی حامل بن جاتی ہیں۔

غیر قوموں میں تبلیغ اور تہذیبی تصادم: جب یہوداہ نے مشرقی علاقوں میں تبلیغ شروع کی، تو وہاں کے مقامی مذاہب، ثقافتوں اور حکومتی اداروں سے نظریاتی اختلافات پیدا ہوئے۔ یسوعؑ کا پیغام اُس دور کے سماجی و سیاسی نظاموں کے لیے چیلنج تھا، جس میں نئے عقائد کی اشاعت اکثر مزاحمت کا سامنا کرتی تھی۔ اس لحاظ سے ان کی دعوت، مذہبی پیغام سے آگے بڑھ کر ایک سماجی و سیاسی پیغام بھی بن گئی۔

شہادت اور مزاحمت: روایات کے مطابق یہوداہ کو مخالف مذہبی قوتوں نے شہید کر دیا۔ بعض کلیسائی بیانات کے مطابق ان کو تیر یا گرز کے وار سے قتل کیا گیا۔ ان کی شہادت اس بات کی غمازی کرتی ہے کہ وہ حق بات پر ڈٹے رہے، چاہے اس کے لیے سیاسی یا معاشرتی قیمت کیوں نہ چکانی پڑے۔ یہوداہ بن یعقوب ایک ایسے داعی تھے جو اگرچہ زیادہ شہرت یافتہ نہیں تھے، لیکن دعوتی جماعت میں ان کا کردار مسلسل اور مخلصانہ تھا۔ ان کا سوالیہ مزاج، خاموش خدمت، اور غیر قوموں میں تبلیغ کا جذبہ ان کی دینی بصیرت اور عزم کا ثبوت ہے۔ ان کی شہادت نہ صرف مذہبی وابستگی کی علامت ہے بلکہ اس امر کا بھی اعلان ہے کہ وہ دعوت کو محض پیغام نہیں، بلکہ ایک عملی مشن سمجھتے تھے۔

11۔ یہوداہ (اسکریوتی) کا دعوتی و سیاسی کردار

یہوداہ اسکریوتی کا دعوتی و سیاسی کردار ایک انتہائی پیچیدہ اور عبرت آموز پہلو رکھتا ہے۔ جہاں ایک طرف وہ ابتدائی طور پر بارہ حواریوں میں شامل تھا، وہیں دوسری طرف اس کا کردار یسوع مسیحؑ کی گرفتاری اور بعد ازاں اپنی خودکشی تک ایک ایسے زوال کی داستان ہے جو انسانی حرص، دنیوی مفادات، اور روحانی خیانت کا نمائندہ بن گئی۔[19] اس کا تذکرہ دعوتی کردار کے سیاق میں دیگر شاگردوں سے یکسر مختلف ہے، کیونکہ اس کی زندگی ایک انحراف اور انجامِ بد کی علامت بن چکی ہے۔

* **دعوتی کردار:**

ابتدائی دعوتی شمولیت: یہوداہ اسکریوتی یسوعؑ کے ان بارہ منتخب شاگردوں میں شامل تھا جنہیں خصوصی طور پر منادی (تبلیغ) اور معجزات کے لیے بھیجا گیا۔ "یسوع نے ان بارہ کو بھیجا اور ان کو یہ ہدایت کی..." (متی 10:5) اس کا مطلب یہ ہے کہ ابتدائی دعوتی مرحلے میں یہوداہ بھی دوسروں کی طرح

---

[19] John Barton and John Muddiman, eds., *The Oxford Bible Commentary* (Oxford: Oxford University Press, 2001), 1010.

تبلیغی سرگرمیوں میں شریک تھا۔ لیکن اناجیل کے مجموعی بیانیے سے واضح ہوتا ہے کہ اس کی نیت اور دل کا حال دیگر شاگردوں سے مختلف رہا۔

دعوت سے انحراف اور خیانت: وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہوداہ کا کردار مشکوک ہوتا چلا گیا، حتیٰ کہ یوحنا کی انجیل میں یسوعؑ کے قول سے ظاہر ہے:

"تم میں سے ایک مجھے پکڑوائے گا"(یوحنا13:21)

دعوتی حوالے سے دیکھا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ تبلیغ کے مشن سے عملاً الگ ہو چکا تھا اور اس کے ساتھی شاگردوں نے بھی اس پر اعتماد کھو دیا تھا۔ اسی لیے بعد کے مشنری سفرناموں میں یہوداہ کا نام شامل نہیں کیا گیا۔

حرصِ مال اور روحانی زوال: یوحنا کی انجیل میں مذکور ہے کہ یہوداہ خزانچی تھا اور جماعت کا روپیہ اس کے پاس رہتا تھا(یوحنا13:29) مگر حرص اور دنیا پرستی نے اسے اس حد تک گرا دیا کہ محض تیس چاندی کے سکوں کے عوض اس نے اپنے مرشد کو دشمنوں کے حوالے کر دیا(متی26:14-16)۔ اس عمل نے اس کی دعوتی شناخت کو مٹا کر رکھ دیا اور وہ خیانت کا استعارہ بن گیا۔

* **سیاسی کردار:**

مذہبی سیاست میں شمولیت: یہوداہ کا سب سے بڑا سیاسی کردار یہ تھا کہ وہ یہودی مذہبی رہنماؤں (کہنہ و فریسیوں) سے ساز باز کر کے یسوع مسیحؑ کو گرفتار کروانے میں شریک ہوا۔ اس عمل کو صرف ذاتی دھوکہ نہیں بلکہ ایک سیاسی سازش بھی کہا جا سکتا ہے، کیونکہ یسوع کا پیغام مذہبی اقتدار کو چیلنج کر رہا تھا، اور یہوداہ نے خود کو اسی اقتدار کی خدمت میں پیش کر دیا۔

مذہبی نظام کا آلہ کار بننا: یہوداہ نے اس وقت کی یہودی مذہبی اسٹیبلشمنٹ کو خوش کرنے کے لیے یسوعؑ کی معلومات فراہم کیں۔ اس کے اس عمل سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ صرف ایک دھوکہ دینے والا شخص نہیں، بلکہ اس نے شعوری طور پر خود کو ایک مذہبی سیاسی نظام کے آلہ کار میں بدل لیا۔

احساس جرم اور خودکشی: گرفتاری کے بعد جب اس پر اپنے عمل کا احساس ہوا تو اس نے پیسے واپس کرنے کی کوشش کی اور بعد ازاں خودکشی کر لی(متی27:3-5) یہ خودکشی ایک اخلاقی، روحانی اور سیاسی ناکامی کی انتہا ہے، جو اسے نہ صرف انسانی سطح پر محروم بناتی ہے، بلکہ دعوتی دنیا میں بھی اس کا کوئی مثبت مقام باقی نہیں رہنے دیتی۔ یہوداہ اسکریوتی کی شخصیت ایک عبرتناک مثال ہے جو بتاتی ہے کہ دعوتی مناصب پر فائز ہونا کافی نہیں، نیت اور کردار کی پاکیزگی بھی ضروری ہے۔ اگرچہ وہ ابتدا میں رسولوں کی صف میں شامل تھا، مگر مال و مفاد کی محبت اور روحانی خیانت نے اسے ایک گمراہ اور بدنام فرد بنا دیا۔ اس کا سیاسی کردار مذہبی اسٹیبلشمنٹ سے ساز باز اور مسیحؑ کی گرفتاری جیسے سنگین اقدام پر مشتمل ہے، جس کا انجام احساس ندامت اور خودکشی کی صورت میں سامنے آیا۔[20]

خلاصہ بحث

حضرت عیسیٰؑ کے بارہ حواریوں نے مسیحیت کے ابتدائی پھیلاؤ میں کلیدی کردار ادا کیا، جو نہ صرف روحانی بلکہ سماجی و سیاسی تبدیلی کا ذریعہ بھی بنا۔ انہوں نے ایمانی پیغام کی تبلیغ کے ساتھ ساتھ رومی اور یہودی جبر کے خلاف مزاحمت کی، جو ان کی شہادتوں سے عیاں ہے۔ ہر حواری کا منفرد کردار، جیسے پطرس کی قیادت، اینڈریو کی ذاتی رسائی، یا تھامس کی عالمی تبلیغ، اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ ان کا مشن صرف مذہبی نہیں بلکہ سماجی اصلاح سے بھی جڑا تھا۔ یہ تحقیق ظاہر کرتی ہے کہ حواریوں نے ایک ایسی تحریک کی بنیاد رکھی جو دلوں کے ساتھ ساتھ معاشروں کو بھی بدل گئی۔ ان کا ورثہ آج بھی عیسائیت کے عالمی اثرات اور سماجی تبدیلی کے امکانات کو سمجھنے میں رہنمائی کرتا ہے۔

---

[20] Eḥsān al-Ḥaqq Rānā, Dr. *Judaism and Christianity* (Lahore: Muslim Academy, 2016), p. 234

سفارشات

* **مزید تحقیق**: بائبلی متون سے ہٹ کر بین العلومی (interdisciplinary) زاویوں سے بھی مطالعہ کیا جائے۔
* **تقابلی مطالعہ**: دیگر مذاہب اور تحریکوں کے رہنماؤں کے ساتھ حواریوں کے کردار کا تقابلی جائزہ لیا جائے۔
* **عصری معنویت**: موجودہ سماجی و سیاسی مسائل کے تناظر میں حواریوں کی جدوجہد کو رہنمائی کے طور پر پیش کیا جائے۔
* **نصاب میں شمولیت**: انہیں مبلغین کے ساتھ ساتھ سماجی و سیاسی مصلحین کے طور پر بھی نصاب میں شامل کیا جائے۔
* **وسائل کی فراہمی**: مستند اور کثیر اللسانی ذرائع کے تراجم محققین کے لیے مہیا کیے جائیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Bibliography/کتابیات

* Allison, Dale C., Jr. *The Gospel according to Matthew*. Vol. 1. *The Anchor Yale Bible*. New Haven: Yale University Press, 2004.
* Allison, Dale C., Jr. *The Gospel according to Matthew*. Vol. 2. *The Anchor Yale Bible*. New Haven: Yale University Press, 2004.
* Barton, John, and John Muddiman, eds. *The Oxford Bible Commentary*. Oxford: Oxford University Press, 2001.
* Benedict XVI. *The Apostles: The Origin of the Church and Their Co-Workers*. Huntington, IN: Our Sunday Visitor, 2007.
* Brown, Raymond E., Joseph A. Fitzmyer, and Roland E. Murphy, eds. *The New Jerome Biblical Commentary*. Englewood Cliffs, NJ: Prentice Hall, 1990.
* Carson, D. A. *The Gospel of John: A Theological Commentary*. Grand Rapids, MI: Eerdmans, 1991.
* Ellicott, Charles John, ed. *Ellicott's Commentary for English Readers*. London: Cassell and Company, 1878.
* France, R. T. *The Gospel of Matthew*. *The New International Commentary on the New Testament*. Grand Rapids, MI: Eerdmans, 2007.
* Freedman, David Noel, ed. *The Anchor Yale Bible Dictionary*. New York: Doubleday, 1992.
* Hagner, Donald A. *Matthew 1-13*. *Word Biblical Commentary*. Nashville: Thomas Nelson, 1993.
* Keck, Leander E., ed. *The New Interpreter's Bible, Volume IX: The Gospel of John and The Acts of the Apostles*. Nashville: Abingdon Press, 2004.
* Maier, Paul L. *Eusebius Church History*. Translated by Paul L. Maier. Grand Rapids, MI: Kregel Publications, 1999.
* Neill, Stephen. *A History of Christianity in India: The Beginnings to AD 1707*. Cambridge: Cambridge University Press, 1984.
* Rānā, Eḥsān al-Ḥaqq, Dr. *Judaism and Christianity*. Lahore: Muslim Academy, 2016.
* Schaff, Philip. *A History of the Church: The Beginnings of Christianity, A.D. 1-100*. Vol. 1. New York: Charles Scribner's Sons, 1910.
* Schreiner, Thomas R. *New Testament Theology: A Theological Commentary*. Grand Rapids, MI: Baker Academic, 2008.
* Witherington, Ben, III. *The Acts of the Apostles: A Socio-Rhetorical Commentary*. Grand Rapids, MI: Eerdmans, 1998.
* Wood, D. R. W., and I. Howard Marshall, eds. *New Bible Dictionary*. 3rd ed. Leicester, England: Inter-Varsity Press, 1996.
* *Bāʾibl Muqaddas*. Lahore: Pākistān Bāʾibl Sosāʾṭī, 2012.